تقویٰ اور محبت الٰہی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں

تقویٰ آنحضورؐ سے سیکھیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ / مارچ ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۷ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸

(السجدۃ: ۱۷-۱۸)

پھر فرمایا:

تقویٰ کا مضمون اسلام کے ساتھ ایک ایسا تعلق رکھتا ہے کہ کسی اور مذہبی تعلیم میں اس مذہب کے ساتھ تقویٰ کا مضمون اس طرح گہری وابستگی اختیار کئے ہوئے دکھائی نہیں دیتا بلکہ عملاً فی الحقیقت اگر آپ غور کریں تو اسلام تقویٰ اور تقویٰ اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے منظوم کلام میں اسلام ہی کو تقویٰ قرار دیا ہے۔ اس وسعت کے ساتھ یہ مضمون قرآن کریم میں پھیلا ہوا ہے اور احادیث میں ملتا ہے اور اس شدت سے اس پر زور دیا گیا ہے اوّل و آخر کہ گویا روحانی زندگی کا خلاصہ تقویٰ ہے جس کے بغیر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے بھی تقویٰ کی طرف توجہ دلائی تھی پھر مجھے خیال آیا کہ جماعت احمدیہ میں مختلف قوموں سے شامل ہونے والے لوگ ہیں جن کے پس منظر میں تقویٰ کی وہ تعریف نہیں ہے جو ہم لوگوں نے بچپن سے سنی۔ نہ وہ تعلیمی پس منظر ہے ان کا جس سے ان کو تقویٰ کے معنی کی زیادہ گہرائی سے سمجھ آسکے اور جماعت احمدیہ چونکہ ایک پھیلنے والی جماعت ہے اور ہر روز آگے بڑھ رہی ہے اور ہر سمت وسعت پذیر ہے اس لئے دن بدن نئی نئی قوموں سے، نئے نئے مذاہب سے لوگ احمدیت میں داخل ہوتے چلے جارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ موجودہ دور میں اب ہمارے لئے یہ آسان ہوگیا کہ کیسٹس کے ذریعے ان تک اپنی آواز ایک ہفتے کے اندر اندر پہنچا دیں خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی موجود ہوں۔

اس لئے اب خطبات کو یہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے کہ جو ایک عالمی بھائی چارہ اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے جسے قرآن کریم اخوۃ کا نام دیتا ہے، مومنین جو ہیں وہ اخوۃ ہیں، ایک بھائی کی طرح ہیں یا بھائیوں کی طرح ہیں۔ اس مضمون پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی بہت توجہ فرمائی اور خصوصیت کے ساتھ اس وحدتِ ملی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے آپ نے اس بات پر زور دیا کہ آئندہ جو ہمارا جشن منایا جائے گا اس میں اس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے کہ ایک عالمی اسلامی برادری وجود میں آئے جس کے نقش و نگار باہم ایک دوسرے سے اس طرح ملتے ہوں کہ ہر دیکھنے والے کو ایک ہی قوم دکھائی دے اور یہ تبھی ممکن ہے کہ سب میں تقویٰ قدرِ مشترک بن جائے کیونکہ تقویٰ کے سوا کچھ اور چیز بھی اگر آپ قدرِ مشترک کے طور پر اختیار کرنا چاہیں گے تو اس سے کوئی اور عالمی برادری تو وجود میں آجائے گی لیکن مسلم عالمی برادری اس سے وجود میں نہیں آئے گی۔

ایک ہی چیز ہے جو قدرِ مشترک ہے ہر مومن کے ہر مسلم کے درمیان اور وہ تقویٰ ہے اور اگر تقویٰ رنگ پکڑ جائے اور تقویٰ کا رنگ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر غالب آجائے تو ہر دیکھنے والا ایسے متقیوں کو اپنے سے ایک الگ قوم کے طور پر دیکھے گا اور جو دوسرے رنگ و نسل کے امتیاز ہیں وہ تقویٰ کے غلبہ کے نیچے بالکل دب کے مٹتے چلے جائیں گے بلکہ مٹ جائیں گے اور ایک ایسی قوم وجود میں آئے گی جیسی قوم دنیا نے پہلے نہ دیکھی ہوگی اور حیرت سے یہ ماجرہ دیکھیں گے کہ اُنہیں لوگوں میں سے خواہ وہ افریقہ کہ بسنے والے ہوں یا ایشیاء کے یا یورپ کے یا امریکہ کے

کسی بھی خطۂ ارض سے تعلق رکھتے ہوں ان سب سے نکل نکل کر کچھ لوگ اسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک جھنڈے کے تلے جمع ہوتے چلے جارہے ہیں اور سب میں ایک نئی قومیت ابھر رہی ہے، نئی قومیت وجود پارہی ہے، نئی قومیت نشوونما دکھا رہی ہے یہاں تک کے ان کے رنگ ڈھنگ بالکل ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ یہ چیز جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ کسی حد تک دکھائی دینے لگی ہے اور وہ لوگ جن کو جماعت کے پس منظر کا کچھ علم نہیں، جماعت کے فلسفہ کا کچھ علم نہیں وہ بھی محسوس کرتے ہیں۔

چنانچہ گزشتہ جلسہ سالانہ کے بعد جو امیگریشن کے افسروں کی طرف سے تبصرے موصول ہوئے اس میں سب سے زیادہ اہمیت والا تبصرہ یہ تھا کہ عجیب سے لوگ ہیں احمدی کہ دنیا کے جس کونے سے بھی آئے ہیں ایک ہی قسم کے لوگ ہیں اور ہم ان کو پہچان جاتے تھے۔ وہ ایک قسم کیا ہے یہ کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ کیسے ایک قوم بن سکتی ہے افریقہ سے آنے والے لوگوں کی اور پاکستان سے آنے والوں کی اور چین سے آنے والوں کی اور امریکہ سے اور جاپان سے غرضیکہ مختلف ممالک سے آنے والوں کی۔ وہ کیا چیز ہے جس نے ایک قوم بنا دیا اور ایک غیر نظر سے دیکھنے والے کو بھی محسوس ہوا کہ ان میں قدر مشترک ہے۔ وہ یہ بات تو نہیں پہچان سکتا تھا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ **تقویٰ ہی وہ قدرِ مشترک ہے جو جماعت احمدیہ کو ایک قوم کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔** لیکن اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ بہت ہی ابھی خلاء ہیں اور ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تقویٰ کا رنگ ہماری ہر ادا پہ غالب آ گیا ہے۔

جب یہ رنگ کسی جماعت پہ غالب آجائے تو اس جماعت کا دنیا پر غالب آنا ایک لازمی امر ہو جاتا ہے اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ یہ واقعہ رونما کرلیں آپ کہ جماعت احمدیہ کی ہر ادا پر تقویٰ غالب آجائے تو **آسمان اور زمین گواہ ہو جائیں گے اس بات پر کہ آپ لازماً ساری دنیا پر غالب آئیں گے کوئی دنیا کی طاقت آپ کو روک نہیں سکتی اور یہ غلبہ ہے جو حقیقی غلبہ ہے، یہ غلبہ ہے جو معنی رکھتا ہے، یہ وہ غلبہ ہے جو دنیا کی بھلائی اور اس کی بہبود کے لئے ضروری ہے۔** اس لئے تقویٰ کے متعلق میں نے سوچا کہ مزید مختلف پہلوؤں سے اس پر وقتاً فوقتاً روشنی ڈالتا رہوں۔

ایک بڑا سوال یہ ہے کہ تقویٰ کیسے حاصل ہو، ہوتا کیا ہے تقویٰ؟ اس کے متعلق کچھ حصہ

پہلے بھی میں خطبات میں بیان کر چکا ہوں لیکن اب میں اس رنگ میں آپ کے سامنے تقویٰ کا مضمون رکھنا چاہتا ہوں کہ تقویٰ کی دو ہی جڑیں ہیں ایک اللہ کی محبت اور ایک اللہ کا خوف۔ اس لئے تقویٰ کا یہ ترجمہ کہ ڈرنا، خدا سے ڈرنا یہ کافی نہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کی اعلیٰ قسم اللہ تعالیٰ کی محبت میں پیوستہ ہوتی ہے اور اس کی ثانوی قسم خدا تعالیٰ کے خوف میں پیوستہ ہوتی ہے اور جو قسم محبت میں پیوستہ ہوتی ہے جب وہ نشو و نما پاتی ہے تو اسی سے خوف کی جڑ بھی نکلتی ہے اور جو خوف میں پیوستہ ہوتی ہے تقویٰ کی جڑ وہ جب حقیقی معنوں میں نشو و نما پاتی ہے تو اسی سے ایک محبت کی جڑ بھی نکلتی ہے اور پھر تقویٰ کا مضمون مکمل ہو جاتا ہے لیکن حقیقی اور نہایت اعلیٰ پائے کا تقویٰ وہی ہے جس کا آغاز محبت سے ہوا ہو اور قرآن کریم بھی اس تقویٰ کو سب سے اعلیٰ درجہ کا تقویٰ قرار دیتا ہے۔ لیکن اس مضمون کے اوپر تو بہت لمبا وقت درکار ہے اس کے اتنے پہلو ہیں اور اتنے بعض باریک پہلو ہیں کہ ان میں سے ایک پہلو کو بھی کھول کر نکھار کر جماعت کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے۔

آج مختصراً میں نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ اگر تقویٰ محبت ہے تو محبت حاصل کیسے ہو۔ ہر مزاج کے لوگ ہیں جماعت میں ہر علمی سطح کے لوگ ہیں، ہر عقل کے معیار کے لوگ ہیں اور ان سب کو کس زبان میں سمجھایا جائے کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کیسے پیدا ہو۔ وہ محبت جو حقیقت میں تقویٰ ہی کا دوسرا نام ہے۔ ہر آدمی کو سمجھانے کے لئے الگ الگ زبان تو استعمال کی نہیں جاسکتی کیونکہ لاکھوں کی جماعت سے جب خطاب ہو رہا ہو تو کوئی ایسی ترکیب، کوئی ایسا آسان سہل طریق ڈھونڈنا چاہئے جو سب کے لئے قابل فہم ہو اور سارے اس سے اثر قبول کرسکیں۔

اس مضمون پر جب میں نے غور کیا تو مجھے سب سے آسان رستہ یہ نظر آیا کہ جن لوگوں نے سب سے زیادہ خدا سے محبت کی ہے ان کی زبان میں اگر خدا کا ذکر کیا جائے تو سب سے آسان طریق اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا ہے اور اسی لئے قرآن کریم میں یہ ارشاد ملتا ہے کہ:۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۲)

اے محمد ﷺ! لوگوں میں یہ اعلان کر دے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو یا محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے چلو یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

پس سارے ذرائع جتنے بھی سوچے جاسکتے ہیں ان میں سب سے آسان ذریعہ یہ ہے کہ کسی سچے محبت کرنے والے کی زبان میں خدا کا ذکر کیا جائے اور اس پہلو سے جب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ارشادات پر آپ نگاہ ڈالتے ہیں تو زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ایسے ارشادات ملتے ہیں جن کو سن کر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور سچی محبت جو عمل کو دعوت دیتی ہے، فرضی محبت نہیں جس کے نتیجے میں عمل پیدا نہ ہو۔

یہ مضمون ایسا ہے جو دنیا کی محبت پر غور کرنیوالوں کو نہیں سمجھ آیا۔ چنانچہ مجھے اس مضمون پر غور کرتے ہوئے غالب کا ایک شعر بھی یاد آیا کہ:۔

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

(دیوان غالب صفحہ:۸۹)

کہ میں نے کسی کو رازداں بنایا تھا محبت میں لیکن اس نہایت ہی حسین پری چہرہ کا ذکر ہو اور وہ بھی غالب کی زبان میں ہو تو کیسے ہوسکتا ہے کہ سننے والا عاشق نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ جسے میں نے رازدار بنایا تھا وہ میرا رقیب بن گیا تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے زیادہ اللہ کا عاشق تو کوئی دنیا میں سوچا ہی نہیں جاسکتا اور پھر ذکر بھی آپ کی زبان سے ہو خدا کا جو عام باتوں کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی قرآن کے بعد سب سے بلند معیار رکھنے والے تھے۔ اس سے لازماً بے اختیار اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

پھر اسی طرح خوف کا مضمون جو ہے وہ بھی آنحضرت ﷺ کی زبان ہی سے سننے میں حقیقی خوف کا علم ہوتا ہے، اس کا احساس پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ اس ذکر سے سارا وجود کانپنے لگتا ہے۔ تو اس مضمون پر میں مختصراً آج روشنی ڈالتا ہوں اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آپ سے سن کر خدا کا ذکر جس طرح عشق کا نمونہ دکھایا، جس طرح والہانہ طور پر آپ بھی اپنے آقا کے پیچھے پیچھے اپنے رب کے عاشق ہوئے، آپ کی زبان سے بھی اللہ کا ذکر سنتے ہوئے ہر صاحب فراست، ہر صاحب دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ سچے عشق کے سوا یہ کلام جاری نہیں ہوسکتا اور یہ ایسا کلام ہے جو جاری ہو تو سچا عشق بھی پیدا کرتا ہے۔ دل سے نکلتا ہے دل میں اثر کرتا

ہے دل کی گہرائی میں ڈوب جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کا مختلف رنگ میں ذکر فرمایا ہے کبھی اس کے جلال کا ذکر کبھی اس کے جمال کا ذکر کبھی اس کی رحمت اور بخشش کا ذکر اور کبھی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے قرب کے طریق سکھائے غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا خدا سے عشق غالب ہے۔ کوئی زندگی کا ایسا پہلو نہیں ہے جس میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے آئینہ قلب میں آپ کو خدا دکھائی نہ دے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں بخاری کتاب التوحید سے یہ حدیث لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے ہمیں یہ بات بتائی۔ اسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے جب یہ کہا جائے کہ رسول اکرم ﷺ نے کوئی بات بتائی اور واضح فرما دیا کہ مجھے خدا نے یہ بات بتائی ہے تو چونکہ روایت خدا تک جا پہنچتی ہے۔ اس لئے اسے حدیث قدسی کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ گناہ کرتا ہے اور پھر دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے ناسمجھی سے گناہ تو کیا لیکن اس کے علم میں ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور چاہے تو پکڑ بھی لے۔ پھر میرا بندہ توبہ توڑ دیتا ہے اور گناہ کرنے لگ جاتا ہے اور پھر نادم ہو کر کہتا ہے اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا لیکن وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے۔ وہ گناہوں کو معاف بھی فرماتا ہے اور گرفت بھی کرتا ہے اور پھر بندہ توبہ توڑ دیتا ہے اور گناہ کرتا ہے لیکن نادم ہو کر دعا مانگتا ہے کہ اے ہمارے رب! میرا گناہ بخش۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ ہے جو جانتا ہے کہ میرا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے۔ میرا بندہ کمزور ہے اپنے پر قابو نہیں رکھ سکتا، غلطی کر بیٹھتا ہے لیکن اگر وہ نادم ہو کر توبہ کرے تو میں اسے بخش دوں گا۔ (بخاری کتاب التوحید حدیث نمبر: ۶۹۵۳)

یہ جو مضمون ہے کیسی سادہ زبان میں اللہ اور بندے کا گناہ کے بعد بخشش مانگنے کا جو تعلق قائم ہوتا ہے اسے بیان فرمایا گیا ہے اور بار بار یہ دیکھنے کے باوجود کے ایک انسان گناہ گار ہے پھر خدا تعالیٰ کی بخشش کا اس رنگ میں ذکر ہے کہ جوں جوں آپ یہ بات سنتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں زیادہ بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن گناہ کی محبت نہیں بڑھتی۔ یہ وہ انداز ہے

جو عارف باللہ کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ حقیقی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاں بھی بخشش کا مضمون بیان فرمایا ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے دل نرم تو ہوتا ہے اور امید بھی پیدا ہوتی ہے بخشش کی لیکن گناہوں کی محبت دل میں پیدا نہیں ہوتی اور اگر بخشش کا مضمون گناہوں کی محبت بھی ساتھ پیدا کردے یا ان پر دلیری پیدا کردے تو پھر وہ بخشش کا مضمون نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مختلف مواقع پر اس توازن کو قائم فرمایا اور ایسے حیرت انگیز طریق پر توازن قائم فرمایا کہ خدا کی بخشش سامنے دکھائی دینے لگتی ہے لیکن ساتھ ہی اس کی پکڑ کا خوف بھی دل پر طاری ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں اور یہ مسلم باب فضل مجلس الذکر سے روایت لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہورہا ہو تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں ساری فضا ان کے سایۂ برکت سے معمور ہوجاتی ہے جب لوگ اس مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے، کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کررہے تھے، تیری بڑائی بیان کررہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اے میرے رب! انھوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کہ وہ کس چیز سے میری پناہ چاہتے ہیں؟ فرشتے اس پر جواب دیتے ہیں تیری آگ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا کیا حال ہو اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیں۔

کیسا حسین توازن ہے ان دو چیزوں کے درمیان اور کیسے پیار سے جس طرح بچے کو کوئی لوریاں دے رہا ہو اس طرح حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اپنے رب کا ذکر فرماتے ہیں۔ پھر

فرشتے کہتے ہیں وہ تیری بخشش طلب کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے انھیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انھوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو پناہ دی جس سے انھوں نے میری پناہ طلب کی۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ان میں فلاں غلط کار شخص بھی تھا اور وہاں سے گزرا اور ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر تماش بین کی طور پر ان میں بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔ (مسلم کتاب الذکر حدیث نمبر: ۴۸۵۴)

پس آپ کو یہ بننا ہے کیونکہ ساری دنیا کو پناہ دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا فرمایا ہے۔ وہ فرشتے جو اپنے پروں کے نیچے دوسروں کو لیتے ہیں وہ فرشتے بننا پڑے گا اور ایسے لوگ بننا پڑے گا جن کے ساتھ بیٹھنے والے بھی بدنصیب نہیں رہا کرتے۔ اتنا عظیم الشان کام ہے ساری دنیا کو امن دینا اور سکون عطا کرنا اور طمانیت بخشنا اور خدا کی رحمت تلے لے آنا کہ اس کے لئے سوائے اس کے کہ آپ خدا کی محبت میں ڈوب جائیں اور کوئی حل نہیں ہے۔ اس کا ذکر اس طرح کریں جس ذکر پر خدا کی نظر پڑتی ہے اور یہ جو مضمون حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے کھولا ہے اس میں یہ بات بہت ہی پیاری اور دلنشین ہے۔ فرماتے ہیں اللہ کو پتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے نیچے؟ اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کے بندے کیا کیا باتیں کر رہے تھے، کیا ان پر گزری، کیا ان کے دل کے اندر تھا۔ لیکن پھر بھی پوچھتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خدا کو آپ سے محبت ہے، خدا کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔ یہ مضمون کی طرز بتا رہی ہے کہ خدا کو جب تک اپنے بندوں سے پیار نہ ہو اس قسم کی بات کر نہیں سکتا۔ اپنے روزمرہ کی زندگی کے تجربے میں دیکھیں بسا اوقات کسی بچے سے پیار ہو، کسی دوست سے تعلق ہو، کسی بیوی کو خاوند سے ہو، خاوند کو بیوی سے ہو یا بہن کو بھائی سے ہو یا بھائی کو بہن سے جب بھی وہ اس دیس سے آتا ہے جہاں وہ اس کا پیارا رہتا ہو تو انسان ان باتوں کے علم کے باوجود جو وہاں ہو رہی ہوں بار بار پوچھتا ہے کے وہ کیا کر رہے تھے کیسے تھے کیا حال تھا اور بعض دفعہ ایک بات سننے کے باوجود پھر دہراتا ہے اور پھر سننے کے باوجود پھر سوال دہراتا ہے۔ تو یہ خالص محبت کی ادا ہے جس کی طرف حضرت رسول اکرم ﷺ نے یہ کہہ کر اشارہ فرمادیا کہ خدا کو علم تو ہے کہ کیا تھا اور کیا ہو رہا ہے لیکن وہ اس ذکر میں لذّت پاتا ہے کہ اس طرح میرے کچھ بندے بیٹھے ہوئے میرا ذکر کر رہے ہیں اور مجھ

سے پیار کا اظہار کر رہے ہیں۔ تو اگر خدا آپ سے پیار کرتا ہے اپنے بندوں اور غلاموں کے طور پر تو اس سے بڑھ کے محبت کا محرک اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت پیدا کرنے کے لئے سب سے زیادہ قوی محرک حسن اور پھر اس کے بعد محبت ہے۔ خالی حسن محبت اگر پیدا کرتا بھی ہے تو وہ مستقل حیثیت کی محبت نہیں ہوتی۔ جو محبت سب سے زیادہ گہری اور سب سے زیادہ قوی ہے وہ محبت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تم تو ان خوش نصیبوں میں سے ہو جن سے خدا پیار کرتا ہے اور ان کے پیار کے نتیجے میں ان کی باتیں پوچھتا ہے اور ان کا ذکر کرنا پسند فرماتا ہے۔

پھر اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندے کی پاک تبدیلی سے کیسا لطف آتا ہے، کیسا وہ حظ محسوس فرماتا ہے کہ میرا ایک کھویا ہوا بندہ مجھے واپس مل گیا۔ آنحضرت ﷺ ایک مسافر کی اور ایک گمشدہ اونٹ کی مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کو یہ حادثہ پیش آیا ہو کہ جنگل بیابان میں اس کی اونٹنی گم ہوگئی ہو حالانکہ اس پر اس کا سارا کھانا اور پانی اور ساز وسامان لدا ہوا ہو۔

اب بیابان میں خصوصاً عرب کے صحرا اور ریگستانوں میں جہاں درجہ حرارت دن کے وقت ایک سو چالیس تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس صحرا کا تصور باندھیں اور ایک مسافر کسی درخت کی چھاؤں تلے ستانے کے لئے ٹھہرا ہو اور تھوڑی دیر کے لئے اس کی آنکھ لگ جائے وہ جب آنکھ کھولے تو پتا لگے کہ اونٹنی اس کا ساز وسامان لے کر اس کا پانی اس کا کھانا لے کر غائب ہوگئی ہے۔ کیسی اس کی حالت ہوتی ہوگی؟

فرمایا کہ اسی حالت اور پریشانی میں وہ لیٹ جائے اور تھک کر اسے نیند کا جھونکا آجائے اور جب اچانک آنکھ کھلے تو دیکھے کہ وہ اُونٹنی اس کے سامنے کھڑی ہے۔ فرمایا جتنا مزہ اس شخص کو آتا ہے اس اُونٹنی کو دیکھ کر جتنا لطف وہ محسوس کرتا ہے اس سے زیادہ خدا اپنے توبہ کرنے والے بندے کے واپس آنے پر محسوس فرماتا ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۵۸۳۳)

تو آنحضرت ﷺ کے منہ سے یہ ذکر سن کر کون ہے جو اپنے رب کا عاشق نہ ہو جائے حیرت ہے وہ خالق وہ مالک ہے؟ اس کے سامنے ایک انسان کی، ایک گناہ گار انسان کی کچھ

حیثیت ہی کیا ہے۔ ایک بالکل ذرہ لاشئے ہے اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ طلب، یہ انتظار کہ یہ توبہ کر کے واپس آجائے۔ کتنا حیرت انگیز مضمون ہے، کتنا گہرا عشق کا مضمون ہے۔ اس مضمون کے بعد پھر وہ حدیثیں گناہ کی جرأت کیسے دلا سکتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر وہ توبہ کرتا ہے، گناہ کرتا ہے پھر میں اُسے معاف کر دیتا ہوں۔ کہاں معافی کہاں یہ کہ خدا منتظر ہو اور توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس کی گود میں یہ بندہ آجائے، زمین آسمان کا فرق ہے ان دو باتوں میں۔ اس لئے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ جہاں گناہ گاروں کے لئے ایک امید کی کھڑکی کھولتے تھے ایک امید کی کرن ان کے دلوں پر پڑتی تھی رسول اکرم ﷺ کے پیار کے اور رحمت کے نتیجے میں، ایک امید کا دروازہ کھل جایا کرتا تھا ان کے لئے اور ہمیشہ یہ کھڑکی کھلتی رہے گی، یہ دروازے کھلتے رہیں گے لیکن ساتھ ہی حضرت محمد مصطفی ﷺ ہی کی ایک عجیب شان ہے کہ اس بخشش کی امید کے باوجود گناہ پر جرأت آپ نے نہیں دلائی اور سب باتوں کا آخری ماحصل یہ ہے کہ انسان گناہ سے دل اچاٹ کر بیٹھتا ہے، گناہ کی اس کے سامنے کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی، لطف نہیں رہتا اس گناہ میں اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا لطف رفتہ رفتہ اس کے دل پر غالب آتے چلے جاتے ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کی محبت اور رحمت کے حصول کے لئے جو تمنا دلوں میں پیدا کی ہے مختلف ذرائع سے وہ بھی ایک بڑا وسیع مضمون ہے۔ آنحضرت ﷺ ایسے رنگ میں اپنے رب کا ذکر فرماتے ہیں اس کی بخشش کا، روز جزا کا کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کی تمنا بے اختیار دل میں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور پھر بعض دفعہ اس رنگ میں ہیبت بھی پیدا فرمائی ہے، خدا تعالیٰ کی ہیبت کا تصور باندھا ہے اس طرح کہ جو رہا سہا گناہ کا جذبہ یا گناہ کی لذت کا تعلق ہے وہ بھی اس ہیبت کے نیچے آ کے بالکل جل کے خاکستر ہو جاتا ہے لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے اگر بار بار حضرت رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ کیا جائے، آپ کی سیرت پر غور کیا جائے، آپ کے ارشادات میں ڈوب کر آنحضرت ﷺ کے تجارب میں حصہ پایا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں ڈوب کر جو میں نے کہا کہ آپ کے تجارب میں سے حصہ پایا جائے یہ اس وجہ سے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا کوئی بھی ارشاد نہیں ہے جو تجربے پہ مبنی نہ ہو۔ عام انسانوں کے جو ارشادات ہیں ان میں ایک بھاری حصہ سماعی ہوتا ہے۔ نیکوں سے باتیں سنی ہوئی

ہیں، صاحب تجربہ لوگوں سے باتیں سنی ہوئی ہیں۔ بعض لوگ اس کے نتیجے میں مجلسیں سجاتے ہیں اور بہت پر لطف مجلسیں سجاتے ہیں لیکن اگر آپ غور کریں یا خدا بہتر جانتا ہے ان کے دل کا حال، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہوگا کہ ان کی اکثر باتیں کھوکھلی اور دوسروں کی سنی ہوئی باتیں ہیں اور تجربے کے طور پر ان کو ان میں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہوا۔

اس لئے یہ ایک بہت ہی نمایاں فرق ہے جو رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور آپؐ کے کلام کے سنتے ہوئے آپ کے پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اس کا لطف سماعی نہیں ہونا چاہئے، اس کا لطف صرف ذہنی نہیں ہونا چاہئے، اس کے اندر ڈوب کر آپ کے تجربے سے لذت پانی چاہئے اور اس تجربے کی لگن دل میں پیدا ہونی چاہئے تا کہ ہم بھی ان رستوں پر چلیں جن رستوں کی یہ خوبصورت فضا ہے، ہم بھی اس سمندر میں غوطہ لگائیں جس سمندر میں غوطہ لگا کر خدا کی محبت کا لطف آتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہمیں آنحضرت ﷺ کے ارشادات پہ غور کرتے رہنا چاہئے۔

آپؐ فرماتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔ **اول امامِ عادل**، یہ وہ شخص جسے خدا نے امام بنایا ہو یا دنیا کی بھی سرداری دی ہو، وہ عدل سے کام لے۔ **دوسرے وہ نوجوان** جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی ہو۔ اب ان سب جوڑوں میں آپ کو ایک خاص حکمت کی بات نظر آئے گی یہ کوئی اتفاقاً جوڑ نہیں بنائے گئے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کا ہر کلام اور آپ کے کلام کا ہر حصہ گہری حکمتوں پر مبنی ہوتا تھا۔ امام جو بن جائے، حاکم بن جائے وہ اگر عدل نہ کرے تو اس کو کوئی دنیا میں پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ شخص اگر عدل کرتا ہے جس کے اوپر پوچھنے والا ہو تو اس کے عدل کا وہ مقام نہیں ہے، اس کے عدل کا وہ مرتبہ نہیں لیکن جب وہ شخص عدل کرے جس سے اوپر انسانوں میں سے کوئی اس سے پوچھنے والا نہ ہو تو اس کے عدل کا ایک خاص مقام اللہ کی نظر میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس سے خاص رحمت کا سلوک فرمائے گا یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام ہے اور پھر اکثر بوڑھوں کو آپ عبادت کرتے ہوئے دیکھیں گے کیونکہ دنیا کی اکثر لذتیں ویسے ہی ختم ہو چکی ہوتی ہیں اور خالی بیٹھ کے جو بور ہونا ہے، اپنی زندگی بڑے کڑے

حال میں گزارنی ہے اس سے پھر وہ سوچتے ہیں کہ کیوں نہ پھر عبادت کی جائے۔تو کہتے ہیں:۔

دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے
عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے

یعنی خدا صرف واپسی کے لئے رہ گیا ہے اس سے پہلے خدا کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔تو آنحضرت ﷺ اسی مضمون کو کھولتے ہیں فرماتے ہیں دم واپسیں کا اللہ تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔آغاز سفر کا خدا ہے اگر تم اس کو پکڑو گے تو وہ تمہیں پھر واپسی کے وقت تک کبھی نہیں چھوڑے گا۔پھر تمہارا دم واپسیں مقبول ہوگا۔اس لئے وہ جو جوانی میں خدا کی عبادت کرتے ہیں اور وفا کے ساتھ اس عبادت پہ قائم رہتے ہیں دم واپسیں تو کیا خدا قیامت کے دن تک ان کو یاد رکھتا ہے اور جب کوئی سایہ اور میسّر نہیں آئے گا اس وقت خدا کا سایہ ان کو میسّر آئے گا۔یہ ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا انداز نصیحت جس کے ساتھ گوندھ گوندھ کے گھونٹ گھونٹ، جرعہ جرعہ اللہ تعالیٰ کی محبت پلائے چلے جاتے ہیں۔

فرمایا تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہے اور مسجدوں کے ساتھ دل لگے ہوئے کی آپ حدیثوں میں مطالعہ کریں تو آنحضرت ﷺ کے متعلق ہی روائتیں آتی ہیں۔ بسا اوقات آنحضرت ﷺ اپنا ذکر فرماتے ہیں اور نام نہیں لے رہے ہوتے اور بعض جگہ پھر جس طرح کہتے ہیں نا کوئی پکڑا جاتا ہے اس طرح پیار اور عشق کے انداز میں بھی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا یہ انکسار، یہ چھپنا بھی پکڑا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں کثرت سے ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ آپ کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی گر آپ سے سیکھا اور آپ کے متعلق بھی یہ پتا چلتا ہے بچپن ہی سے مسجد سے ایسا تعلق تھا کہ بسا اوقات اسی صف پہ خدا کی عبادت کرتے کرتے نیند آگئی اور مسجد کا خادم صف لپیٹتا تھا تو وہ آپ کو بھی بعض دفعہ لپیٹ دیا کرتا تھا بیچ میں۔تو عبادت کے بعد مسجد کا ذکر کیوں ہے؟ کیا عبادت کا ذکر کافی نہیں تھا جوانی کی عبادت کا؟ امر واقعہ یہ ہے کہ عبادت کی حفاظت کے لئے مسجد ضروری ہے اور مسجدوں کی آبادی نہایت بہت ہی بڑا مقام رکھتی ہے عبادتوں کے قیام کے لئے۔اگر مساجد نہ ہوتی تو کبھی کی مسلمانوں سے عبادت مٹ چکی ہوتی۔

اسی لئے صرف اسلام ہی میں نہیں دنیا کے ہر مذہب میں ایک خاص عبادت گھر کا تصور قائم فرمایا گیا ہے اور کوئی بھی دنیا کا ایسا مذہب نہیں جہاں عبادت کا مضمون تو نظر آتا ہو لیکن عبادت خانہ نہ نظر آتا ہو حالانکہ عبادت تو گھروں میں بھی ہو سکتی ہے، جنگلوں میں بھی ہو سکتی ہے، شہروں میں بھی ہو سکتی ہے تو رسول اکرم ﷺ نے عبادت کے سوا جب مساجد کا ذکر فرمایا تو اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایسے بھی بعض عبادت کرنے والے ہوں گے جنہوں نے جوانی عبادتوں میں کاٹی ہے لیکن مساجد کے ساتھ ان کا تعلق نہیں رہا ہوگا۔ بعض ایسی جگہ پیدا ہوتے ہیں جہاں مسجدیں میسّر نہیں آتیں بعض ویسے ہی جنگلوں میں اور بیابانوں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ تو خدا ان کو بھی نہیں بھولتا، ان کی عبادتوں پر بھی نظر فرماتا ہے لیکن عبادت کا معراج مساجد میں ہے اور مسجدوں میں جو عبادت قائم کی جاتی ہے وہ سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کا الگ ذکر فرمایا کہ وہ شخص جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہو اللہ تعالیٰ اسے کبھی نہیں بھولتا اور قیامت کے دن جب کوئی اور سایہ میسّر نہیں ہوگا اس وقت خدا اپنا سایہ اسے بھی نصیب فرمائے گا۔

پھر فرمایا چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ اب محبت کا مضمون تو ہر جگہ دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ بغیر محبت کے بغیر تعلق کے تو انسانی زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے بلکہ حیوانی زندگی کا بھی کوئی تصور نہیں لیکن یہ ایک نیا مضمون ہے کہ آپس کے تعلق خدا کی محبت کے نتیجے میں ہوں۔ جہاں تک میرا علم ہے کسی اور مذہب میں اس مضمون کو اس حسن کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے مخفی طور پر اشارے تو ملتے ہوں گے لیکن اس شان اور وضاحت کے ساتھ سوائے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے کسی نے یہ مضمون نہیں باندھا اور کثرت کے ساتھ اس مضمون کو باندھا ہے آپ نے:۔ **الحب فی الله والبغض فی الله** (بخاری کتاب الایمان) اللہ کے نام پر اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر بغض کرنا اور اپنے نفس کو اس میں سے مٹا دینا یہ ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کی محبت ہے جو انسانی محبتوں میں بہت کم دکھائی دیتی ہے اور اگر یہ محبت روزمرہ کی ہماری زندگی کا حصہ بن جائے یا ہماری محبتوں پر غالب آجائے تو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک ایسی جنت پیدا ہو سکتی ہے جس کا دوسری قومیں محض اخروی زندگی میں تصور باندھتی ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ اگر اس پر عمل کرے اور

الحب فی اللہ کا مضمون سیکھ جائے اور **البغض فی اللہ** کا مضمون سیکھ جائے تو حقیقت یہ ہے کہ یہی دنیا ہمارے لئے امن کا گہوارہ بن جائے اور جنت نشان ہو جائے۔

پھر حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اور یہ بھی ایک مشکل مضمون ہے اسی لئے اسے خاص طور پر چنا ہے۔ اکثر ہماری محبتیں جس کو ہم خدا کے لئے کہتے ہیں ان کا اگر آپ تجزیہ کریں تو پتا لگے گا کہ اپنی محبت کے نام ہم نے خدا کی محبت رکھ دیا ہے اس لئے ایک خطرے کی گھنٹی ہے اس ہدایت میں۔ اپنی محبتوں کا تجزیہ کرنا شروع کریں۔ آپ حیران ہوں گے کہ شاذ کے طور پر آپ کی محبت ہے جو خالصۃً للہ ہو گی ورنہ اکثر محبتیں اپنی ہیں اور انہی محبتوں کو آپ خدا کی محبت قرار دے رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک امیر ہے آپ اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے پیار کرتے ہیں، اس سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس معاملہ میں غلطی سے بہت ہی خدا کی محبت کی خاطر محبت کرنے والا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ جماعت کا امیر ہے ،اس سے تعلق ہے، اس کے کہنے پر اس کی فرمانبرداری میں آپ جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ تو اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ آپ کو خدا سے محبت ہے اور خدا کی محبت کی خاطر کر رہے ہیں لیکن اگلے سال الیکشن ہوتا ہے وہ امیر بدل جاتا ہے ایک اور امیر آ جاتا ہے جسے آپ اپنے سے ادنیٰ سمجھ رہے ہیں، ایک اور امیر آ جاتا ہے جس کی عادات آپ کو پسند نہیں ہیں تو اچانک آپ اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں کہتے ہیں یہ ویسا نہیں ہے پہلا امیر کہاں اور یہ امیر کہاں، اس میں تو وہ خصلتیں ہی نہیں جس کے نتیجے میں انسان اس کی پیروی کرے۔ وہیں آپ کی محبت کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ وہیں پتا چلتا ہے کہ جتنے سال بھی آپ نے اس امیر سے محبت کی اس کی اطاعت کی اس کی خاطر جماعت کی خدمت کی وہ ساری نفس کی محبت تھی خدا کی محبت کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں تھا۔

اس لئے آنحضرت ﷺ کے ہر ارشاد کے پیچھے ایک بہت ہی وسیع مضمون پوشیدہ ہوتا ہے اور اس میں ڈوب کر اس کی گہرائی میں جا کر آپ کو پھر حقیقی طور معلوم ہوگا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی لئے میں یہ زور دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات سن کہ آپ کے تجارب میں شریک ہونے کی کوشش کریں اور جب تک آپ ارشادات پر پوری توجہ کے ساتھ غور نہیں کریں گے۔ یہ عام آدمی کا کلام تو ہے نہیں کہ سطحی طور پر کہا گیا اور سطحی طور پر آپ کو سمجھ میں آ جائے۔ اس لئے جب تک آپ پوری توجہ کے ساتھ اس پر غور نہیں کریں گے آپ کو پہلے تو اس کا مضمون ہی نہیں سمجھ آئے گا

اور پھر جب سمجھ آئے گا تو پھر اگلا مرحلہ ہے اس مضمون کو اپنی زندگی میں جاری کرنا۔ یہ بعض دفعہ اتنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے ارشاد کو بھی انسان اپنی زندگی میں جاری کرتے ہوئے بڑی دقتیں محسوس کرتا ہے۔ اب یہی مسلہ ہے مثلاً الحب فی اللہ۔ بڑے وسیع تجربے کے بعد میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ابھی تک ہماری جماعتیں تقویٰ کے اس معیار پر پوری نہیں آئیں۔ بہت شاذ جماعتیں ہیں جن کے متعلق پورا اطمینان ہے ایک خالصۃً للہ محبت ہے اور خالصۃً للہ بغض ہے۔ لیکن بہت سی جماعتیں ہیں جہاں ایک عنصر ہر وقت موجود رہتا ہے جن کی محبت کبھی کبھی بظاہر خدا کی محبت دکھائی دے رہی ہوتی ہے لیکن پھر وہ دوسری دفعہ کسی اور موقع پر ان کی محبت کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے یا اس کا راز کھل جاتا ہے اور اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ نہیں ان کی محبت تو انسانی محبت تھی یونہی خدا کے نام پر چل رہی تھی۔ اگر جماعت اس مضمون کو سمجھ جائے تو ایسا حیرت انگیز مضبوط نظام ابھرے دنیا میں کہ اس میں کوئی دشمن کبھی رخنہ نہ ڈال سکے۔ کتنی چھوٹی سی بات ہے لیکن اس چھوٹی سی بات کے اندر بھی قوموں کی زندگی اور ان کی بقا کا راز ہے، روحانی قوموں کی زندگی اور ان کی بقا کا راز ہے۔

پھر فرمایا وہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت عورت اور با اقتدار عورت نے بدی کی طرف بلایا ہو اور اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ عام حالات میں حسن کی کشش کا مقابلہ کرنا ایک بڑا ہی مشکل کام ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کی شان دیکھیں اس کے ساتھ با اقتدار کا لفظ داخل فرما دیا۔ با اقتدار تو اگر بدصورت بھی ہو تو انسانی فطرت یہ ہے کہ اس سے تعلق باندھنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ بعض دفعہ اعلیٰ نسب کی خاطر نہایت ہی منحوس اور بدصورت عورتوں کو بھی انسان قبول کر لیتا ہے، خاندان اونچا ہے، مقام اونچا ہے، مرتبہ اونچا ہے۔ تو دیکھیں آزمائش کے مقام کو کہاں تک رسول اکرم ﷺ نے پہنچا دیا۔ فرمایا حسین عورت ہو اور پھر با اقتدار ہو، وہ بلا رہی ہو اور پھر انسان کہے کہ نہیں میں نے یہ کام نہیں کرنا۔ ایسے شخص کو بھی خدا پھر کبھی نہیں بھولتا اور قیامت کے دن اس کے اوپر خدا کی رحمت کا سایہ ہوگا۔

اس میں دراصل سورۃ یوسف کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے ایک چھوٹے سے فقرے میں روح بیان کر دی ہے حضرت یوسفؑ کی نیکی کی۔ عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں خدا تعالیٰ نے یوسفؑ کو اتنا عظیم الشان مقام عطا فرمایا کہ قرآن کریم نے اس کے نام کی ایک سورۃ جاری فرما دی ہمیشہ کے

لئے اور پھر اس کو احسن القصص بیان فرمایا۔ اس آزمائش میں یہی دو باتیں اکٹھی ہوگئیں تھیں۔ حسن بھی اپنے عروج پر تھا اور قوت بھی بہت بڑی حاصل تھی اس شخص کو اس کی بیوی کو۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ اس کہ کہنے پر سارے شہر کی معزز عورتیں حاضر ہوئیں شوق کے ساتھ اور وہ اس کے کہنے میں چلنے والی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک عام بیوی نہیں تھی افسر کی بلکہ با اقتدار بیوی تھی۔ بعض عورتیں اپنے افسروں کے ذریعے حکومت کر رہی ہوتی ہیں ان کی اور بھی زیادہ شان بڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ آج کل امریکہ میں ریگن کو یہی طعنہ دیا جا رہا ہے کہ یہ تو یونہی نام کا پریذیڈنٹ ہے اصل تو اس کی بیوی پریذیڈنٹ ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے دنوں پریس میں بڑے چڑ کر اس نے اس کی تردید کی کہ نہیں میں ہی پریذیڈنٹ ہوں میری بیوی کہاں سے ہوگئی۔ بیوی کے متعلق معلوم یہی ہوتا ہے کہ اصل میں صاحبِ اقتدار تھی اور اس کا خاوند اس کے پیچھے چلتا تھا۔ چنانچہ ہر صورت میں وہ غالب رہی اپنے خاوند کے اوپر اور علاقے پر بھی اس کا بڑا اثر تھا۔ تو آپؐ نے نام تو نہیں لیا لیکن یوسفی شان کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے کہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت اور با اقتدار عورت نے بدی کی طرف بُلایا اور پھر اس نے اس کا انکار کیا۔

چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ اب صدقے کے مضمون میں بھی ہمارے بے شمار نیک خرچ جو نیکی کے نام پر ہم کرتے ہیں اور بسا اوقات ان کے پیچھے دل کا جذبہ بھی شامل ہوتا ہے یعنی ریاء کی خاطر نہیں کر رہے ہوتے۔ دل ایک خاص جذبے سے متاثر ہو جاتا ہے کسی غربت سے، کسی کی تکلیف سے دردمند ہو جاتا ہے ہم خرچ کر دیتے ہیں لیکن شیطان موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ جب خرچ کر رہے ہوتے ہیں اس وقت وہ داخل ہو جاتا ہے کہ تم نے ٹھیک ہے اچھے کام کی خاطر کیا تھا بڑی نیکی کی ہے ساتھ ہی اگر شہرت بھی ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا حرج ہے دنیا بعد میں واہ واہ کرے ہاں تم نے اس طرح کیا اور اس طرح کیا۔ تو آنحضرت ﷺ چونکہ ہر اس سوراخ سے واقف تھے جس سے بدی داخل ہوتی ہے اور اپنی حفاظت فرما چکے تھے ہر اس سوراخ سے اسی لئے صاحب تجربہ تھے اور جانتے تھے کہ یہ انتہا ہے آزمائش کی۔ فرمایا کہ خدا کی باریک نظر جہاں تک پہنچتی ہے تم اگر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو کرتے ہو گے لیکن کبھی ایسا بھی تو خرچ کرو کہ کسی کو

کانوں کان خبر نہ ہو کہ کس طرح تم نے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا ہے۔ ایسا شخص جو ریاء سے کلیۃً پاک ہو آغاز میں بھی اور انجام میں بھی۔ عطا کرتے وقت بھی اور ان محرکات کے لحاظ سے بھی جو عطا کے پیچھے ہوتے ہیں۔ تو ایسے شخص کو بھی خدا پھر کبھی نہیں بھلاتا۔ ہمیشہ خدا اُسے پیار اور محبت سے یاد رکھتا ہے اور جب سائے کی تلاش ہوگی بنی نوع انسان کو تو اس کو بھی خدا کے سائے کی طرف بُلایا جائے گا۔

آنحضرت ﷺ اسی رنگ میں خدا کے پیار کی باتیں سکھایا کرتے تھے اس سے انسان کو کس طرح تعلق بڑھانا چاہئے کس طرح خدا کا پیار جیتنا چاہئے کہ عام صحابہ میں اس کی طرف بڑی شدّت سے احساس پیدا ہو چکا تھا کہ ہم نیکی کریں تو اس کے نتیجے میں ہمیں دنیا میں واہ واہ نہ ملے اور اگر ملتی بھی ہو تو ہم اس کا انکار کر دیں۔ چنانچہ بعض صدقات کے معاملہ میں روایت ملتی ہے کوئی شخص ایک صحابی رات کو نکلے چھپ کر دینے کے لئے کسی کو تو ایک فاحشہ عورت کو دے دیا صدقہ اور صدقہ دیتے ہی دوڑ جایا کرتے تھے کہ تا کہ وہ شکریہ بھی ادا نہ کر سکے پتا ہی نہ لگے کس نے دیا ہے۔ دوسرے دن شہر میں باتیں شروع ہو گئیں کہ ایک فاحشہ عورت تھی وہ شکار کی تلاش میں نکلی ہوئی تھی ایک سیدھا سادھا آدمی اس کو صدقہ دے کر بھاگ گیا۔ کبھی کسی اور کو دے دیا کبھی کسی اور کو دے دیا۔ بڑی دلچسپ ہے وہ روایت کہ کس طرح وہ بار بار کسی ایک امیر آدمی کو صدقہ دے کر بھاگ گیا اتنا بھی وقت نہ دیا اس کو کہ وہ واپس کرے کہ میاں مجھے کیا دے رہے ہو میں تو تمہیں دے سکتا ہوں۔ (بخاری کتاب الزکوۃ حدیث نمبر: ۱۳۳۲) یہ جو جذبہ پیدا کر دیا تھا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اس جذبہ کے نتیجے میں خدا کے پیار کی باریک راہوں کی تلاش کرتے تھے وہ لوگ اور اللہ تعالیٰ کی ان پر نظر ہوتی تھی یہاں تک کہ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کا ذکر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔ فرماتا ہے: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۞ (الدھر: ۹)

کہ دیکھو محمد مصطفی ﷺ نے کیسے کیسے عشاق پیدا کئے ہیں يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ وہ محض اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں کو بھی کھانا کھلاتے ہیں، یتیموں کو بھی کھانا کھلاتے ہیں اسیروں کو بھی کھانا کھلاتے ہیں اس کا عموماً یہ ترجمہ کیا جاتا ہے کہ کھانے کی محبت پر کہ جب کھانا اپنا کم ہو اور غربت ہو اس کے باوجود دیتے ہیں۔ یہ بھی اس کا مطلب صحیح ہے کیونکہ قرآن کریم کی دوسری آیت سے اس مضمون کو بھی تقویت ملتی ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ

(آل عمران: ۹۳) کہ تم اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ اس مال میں سے خدا کے لئے خرچ نہ کرو جس مال سے تمہیں محبت ہے یعنی اس کی کمی محسوس کر رہے ہو یا بہت ہی زیادہ قدرو قیمت محسوس کر رہے ہو۔ تو یہ مضمون بھی درست ہے لیکن اسی آیت سے اگلی آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ عَلٰی حُبِّہٖ سے مراد ہے محض خدا کی محبت کی خاطر یعنی ان کا خرچ محض اپنے جذبات کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجے میں ہوتا تھا۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا (الدھر: ۱۰)

وہ جو نیکی کا خرچ ہے جس کی جڑیں انسانی دل کی تحریک میں ہوتی ہیں اس کے نتیجے میں طبعاً انسان جزا اور شکر چاہتا ہے اور اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جتنا زیادہ کوئی احسان کرتا ہے اتنی زیادہ توقع رکھتا ہے کہ کوئی احسان مند ہو۔

لیکن قرآن کریم نے اور اس کی روشنی میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے مومن کی زندگی کا ہر پہلو خدا کی محبت کی طرف موڑ دیا اور انسانی فطرت سے گویا جڑیں نکال کر جس طرح پنیری لگانے والا ایک دوسری زمین میں پنیری لگاتا ہے اس طرح خدا کی محبت میں ہر انسانی سکون اور ہر انسانی حرکت کی پنیری لگا دی۔ وہ روزمرّہ خرچ کرنے والے آپ کو دکھائی دیں گے جو بسا اوقات آپ سے بہت زیادہ خرچ کرتے ہوئے دکھائی دیں گے لیکن ان کے خرچ کے محرکات اور ان کی وجوہات اور خرچ کے بعد کے ان کے انداز اور اُن کی توقعات اور لیکن محمد مصطفی ﷺ نے جو سوسائٹی پیدا کی ان کے متعلق خدا گواہی دے رہا ہے کہ دل کے جذبات کے ساتھ انہوں نے اپنی نیکیوں کا تعلق توڑ کے خدا کی محبت میں ان کی جڑیں گاڑ دیں۔ ہر چیز پر خدا کی محبت غالب آ گئی تھی۔ فرمایا وہ پھر کہتے ہیں ہم تمہیں بتا رہے ہیں اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ ہم تمہیں بتا رہے ہیں ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں کہیں سادگی سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تم ہمارے احسان کے نیچے آ گئے ہو اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ اللہ کے چہرے کی خاطر ہم کر رہے ہیں، اس کے پیار کی خاطر کر رہے ہیں۔ اس لئے ہماری جزاء وہ دے گا وہ ہم سے پیار کرے گا تم پر ہمارا کوئی احسان نہیں، نہ ہم کوئی جزا چاہتے ہیں نہ تم سے کوئی شکر چاہتے ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ نے پوشیدہ صدقے کے اوپر زور دے کر اس مضمون کو کھول دیا ہے کہ

انسانی فطرت سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ بے مقصد نیکی کرے اور اگر کوئی شخص پوشیدہ نیکی میں انتہا کر دیتا ہے تو یقینی طور پر اس کی نیکی کا محرک خدا کی محبت ہے۔ پس اس مضمون کو خدا کی محبت سے اس طرح باندھ دیا ہے کہ اس سے زیادہ گہرائی کے ساتھ اور مضبوطی کے ساتھ کوئی مضمون خدا کے محبت میں نہیں باندھا جا سکتا۔ مائیں تو کہتی ہیں سوتے پتّر دا منہ کی چُمنا یعنی فائدہ کیا حالانکہ ماں کو پیار بے ساختہ ہوتا ہے وہ چاہتی ہے بیٹے سے پیار کرے تو کہتے ہے سوتے پتّر دا کی منہ چُمنا یعنی جو سویا ہوا بیٹا ہے اس کو پیار کرنے کا کیا فائدہ ہے آگے سے پتہ ہی نہ چلے اس کو کیا ہو رہا ہے۔ تو ایسی کایا پلٹ دے حضرت محمد مصطفی ﷺ نے کہ منہ چومنے کے لئے پتّر کو پہلے سلانے لگے جب ان کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں جب وہ غافل ہو جاتے تھے پتا ہی نہیں لگتا تھا کہ کون منہ چوم رہا ہے تب خدا کے نام پر وہ ان کے منہ چومتے تھے، ان غریبوں کو سینے سے لگاتے تھے۔ کیسی عظیم الشان کایا پلٹی اور خالصۃً یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجے میں حسن پیدا ہوا ہے ورنہ ہو ہی نہیں سکتا کسی سوسائٹی میں ایسا عظیم الشان حسن۔

پھر فرمایا ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں کچھ نہیں اکیلے میں اللہ یاد آیا اس کے پیار کی باتیں یاد آئیں اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کو بھی خدا کبھی نہیں بھولے گا اور قیامت کے دن جب کوئی اور سایہ نہیں ہو گا، خدا کی رحمت کا سایہ اس کے سر کو بھی ڈھانپ لے گا۔

پس اگر تقویٰ سیکھنا ہے تو حضرت محمد مصطفی ﷺ سے سیکھیں اور تقویٰ کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ **حسین صورت وہی صورت ہے جو محبت الٰہی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے گویا محبت الٰہی اور تقویٰ ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں۔** اس مضمون پر انشاء اللہ تعالیٰ بقیہ حصہ میں آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا کیونکہ یہ ہے بہت ہی پیارا اور بہت ہی بنیادی اور اہم مضمون ہے اور میں چاہتا ہوں سو سالہ جشن سے پہلے پہلے جماعت تقویٰ سے اس قدر ایسی حسین اور مزین ہو چکی ہو کہ سجی ہوئی دلہن کی طرح جو اپنے حسن کے عروج پر ہو اور پھر سجائی گئی ہو اس طرح اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ خدا کرے کے ایسا ہی ہو۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

بعض احباب کی اور بعض خواتین کی، بعض نوجوانوں کی پچھلے ایک ہفتے کے اندر وفات ہوئی

ہے ان کی نماز جنازہ غائب کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ جمعہ کے معاً بعد انشاء اللہ ہم نماز جنازہ غائب پڑھیں گے۔ سب سے پہلے ملک محمد خان صاحب جوئیہ، موصی تھے۔ بھان ضلع خوشاب میں صدر جماعت تھے اور ہمارے شیر دل مجاہد اللہ کے فضل سے کلمہ طیبہ یعنی کلمہ شہادة کے لئے عظیم قربانی کرنے والے، جہانگیر محمد صاحب جوئیہ کے نانا تھے۔ ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ جہانگیر محمد صاحب جوئیہ نے درخواست کی ہے ان کے لئے کہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔

پھر ہمارے ایک بڑے مخلص خاندان کے فرد شیخ محمد اقبال صاحب جو شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ کے بھائی تھے اور شیخ کریم بخش صاحب جو کوئٹہ کی جماعت کے پہلے امیر رہے ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ان کا بہت ہی عشق کا گہرا تعلق تھا اس لحاظ سے ان کی شخصیت ہمارے بچپن میں ہمارے ذہنوں میں نقش رہی جو خاص فدائی ہوتے تھے ان میں سے تھے وہ اور اسی لئے ان کی اولاد میں بھی یہی جذبہ آگے ورثے میں جاری رہا۔ دل کا غالباً اچانک حملہ ہوا ہے اور یہ اچانک ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔

پھر مرزا انور بیگ صاحب ابن مرزا محمد جمیل بیگ صاحب یہ حضرت مصلح موعودؓ کے ڈرائیور ہوا کرتے تھے ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ ہمارے عبدالرزاق منگلا مربی سلسلہ کے خسر بھی تھے ان کی بھی وفات کی اطلاع ملی ہے۔

ایک محمد سمیع اللہ خان صاحب طالب علم تھے یہ پنڈی بھٹیاں کے پاس بس کے حادثے میں وفات پا گئے۔ بڑے مخلص اچھے نوجوان تھے ان کا بھی ان کے خاندان کو بہت گہرا صدمہ ہے۔

ایک ہمارے مبشر احمد صاحب ہیں بچہ ہے چھوٹا طاہر احمد صاحب جرمنی کے ہیں ان کا تقریباً تین سال کا بچہ تالاب میں ڈوب گیا اور باہر بے چارے کی ٹوپی پڑی ہوئی تھی اس سے پولیس نے پھر تالاب سارا خشک کروایا تو اندر سے لاش نکلی۔ ان سب کے لئے اور ان کے پسماندگان کے لئے بھی دعا کریں اللہ انہیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔